کی کوشش کرے۔ جب تک ہماری اپنی زندگیاں قرآنی تعلیمات سے تابناک نہیں ہوجاتیں اور ہم انفرادی اور اجتماعی طور پر قرآنی فکر کی جیتی جاگتی تصویر نہیں بن جاتے۔ ہم اپنی اولاد اور اپنی نوجوان نسل کو اپنے ملبند اخلاق، پاکیزہ کردار اور سچی معاشرت سے متاثر نہیں کرتے اور قرآنی نظریہ حیات کو سیاسی قوت میں بدلنے کے لیے ایک طویل اور دشوار تر انقلابی جدوجہد کے لیے اپنی جان اور مالی قربانیوں کو پیش کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار نہیں کر لیتے۔ اس وقت تک یہ سمجھنا کہ دنیا خود بخود قرآنی تعلیمات کو اپنائے گی اور تمام ادیان و نظامات افکار پر دینِ حق کا غلبہ ہوجائے گا۔ ایک خوش فہمی سے زیادہ نہیں۔ جس عہد میں ہم سانس لے رہے ہیں۔ اس عہد میں اپنے فلسفہ حیات کو سیاسی قوت میں تبدیل کرنے کے لیے لینن اور اس کے ساتھیوں کی زار شاہی کے خلاف بے پناہ قربانیوں سے بھرپور پچاس سالہ جدوجہد موجود ہے۔ اس مقصد کے لیے اس میں ماؤزے تنگ کی لانگ مارچ اور ویت نامی عوام کی ڈاکٹر ہوچی منہ کی قیادت میں فرانس جاپان اور امریکہ جیسی طاقتور سامراجی حکومتوں کے خلاف حیران کن قوتِ مزاحمت کا مظاہرہ بھی موجود ہے؛

اس عہد میں مغرب کے علمی اور سائنسی انکشافات اور علوم کی روشنی میں قرآنی آیات کی تاویلیں کر لینا اور مغربی تہذیب و معاشرت کے تباتے ہوتے راستوں پہ گامزن رہنا اسلام اور قرآن کی کوئی خدمت نہیں ہے۔ یہ بات قطعاً غلط بلکہ گمراہ کن ہے کہ صلوٰۃ و ذکر کی کثرت ہمارے زوال کا سبب ہے بلکہ اس کے برعکس ان کا ترک کرنا زوال کا باعث بنا ہے کیوں کہ صلوٰۃ و ذکر کی کثرت اسلامی نظریہ حیات کے ساتھ ہمارے تعلق میں خلوص اور لگاؤ پیدا کرتی ہے اور اس خلوص اور لگاؤ میں جتنا رچاؤ اور شدت پیدا ہوگی۔ اسی حساب سے ہماری زندگیوں میں بھی بنیادی تبدیلی آتی جائے گی۔ اگر ہم ایسا نہ کرسکے تو ہماری تبلیغی اور تفسیری کوششیں بے ثمر رہیں گی۔ اقبالؒ نے بتایا تھا کہ:۔

دُنیا کو ہے اک معرکۂ رُوح و بدن پیش ‌ ‌ ‌ ‌ تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا

اس معرکۂ روح و بدن اور تہذیب کی درندگی سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ایمان کی شمع کی لو پھر سے تیز کرنی ہوگی۔ اس کے بغیر ہم بحیثیت آدمی کے تو زندہ رہ سکتے ہیں، مگر بحیثیت مسلم جینا ناممکن ہے۔ اقبالؒ ہی کے الفاظ میں ملت کے بیدار ذہنوں سے کہوں گا کہ:۔

اُٹھ کہ خورشید کا سامانِ سفر تازہ کریں ‌ ‌ ‌ ‌ نفسِ سوختہ سے شام و سحر تازہ کریں

کتب

تبصرہ ★ تنقید و تقریظ ★ تلخیص

مسائل حاضرہ پر اسلامی اقدار کے اطلاق کا مسئلہ —— مظفر حسین

اساسیات اسلام

مصنف :۔ مولانا محمد حنیف ندوی
شائع کردہ :۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور
ضخامت :۔ ۲۸۴ صفحات ، سائز ۲۲ × ۱۸ / ۸
قیمت :۔ دس روپے پچاس پیسے

اساسیات اسلام بقول مصنف موجودہ دور میں تعمیرِ فرد اور تعمیرِ معاشرہ سے متعلقہ مسائل کا حل اسلام کی روشنی میں تلاش کرنے کی کوشش میں لکھی گئی ہے (ص: د) اور اس میں اسلام کے تخلیقی کردار اور اجتہادی روح کا دیانتداری سے لحاظ رکھا گیا ہے (ص: ہ)

فاضل مصنف کے نزدیک ہر دین ایک خاص تاریخی ماحول میں ابھر کر مخصوص اور متعین اقدار کی روشنی میں ترقی کرتا ہے لیکن مرورِ زمانہ سے جب وہ تاریخی ماحول بدل جاتا ہے تو ان اقدار کی اہمیت میں بھی فرق آجاتا ہے اور دین کے ارکان اور بنیادی تصورات کا ازسرِ نو تعین ناگزیر ہوجاتا ہے (ص: ۱) اسلام کی تعلیمات کی بدولت انسان نے اب تک جو کچھ حاصل کیا ہے وہ بجائے خود منزل نہیں، نشانِ منزل اور دلیلِ منزل ہے (ص: ۵) دین کے ارکان خمسہ دراصل ارتقائے حیات اور تکمیل فکر کی پانچ بنیادیں ہیں اور یہ وہ جامع اقدار ہیں جن کی روشنی میں علماء اور صاحب بصیرت لوگ اپنے اپنے دور میں زندگی

کا نقشہ مستنبط کر سکتے ہیں۔ (ص ۴) نیز یہ کہ قرآن پاک اپنے اندر معنی و تعبیر کی ہر دور میں نئی شان رکھتا ہے جو اپنے اپنے دور کے تقاضوں پر بخوبی پوری اترتی ہے (ص: ۶) وکذالک

ہمارا خیال تھا کہ ان بیان کردہ اصولوں کی روشنی میں فاضل مصنف تعمیر و ترقی کا ایک عملی نقشہ مرتب کریں گے جن پر انفرادی اور اجتماعی زندگی کی اسلامی عمارت اٹھائی جاسکے لیکن ہمیں اپنی ذہنی نارسائی کا اعتراف ہے کہ پوری کتاب کے مطالعہ کے بعد ہمارے ذہن میں وہ تمام مباحث تشنہ ہی رہے جن پر فاضل مصنف نے زیادہ مثبت انداز میں روشنی ڈالنے کی امید دلائی تھی۔ اگر فاضل مصنف کلیات قائم کرنے کے تجریدی اسلوب کو چھوڑ کر مسائل کے عملی حل کے بارے میں کسی غیر مبہم اور واضح سمت کی نشان دہی فرما دیتے تو ان کی یہ کاوش کامیاب اور یقین افروز ہوسکتی تھی۔

"دین میں کیا اساسی نہیں ہے"؟ کے باب میں فاضل مصنف نے یہ نازک مگر بے حد اہم سوال اٹھایا ہے کہ جدید علمی و سائنسی انکشافات اور دینی اقدار متصادم ہیں یا نہیں۔ اس ضمن میں موصوف نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ دین کو عقل و تجربہ سے نفیاً یا اثباتاً کوئی تعلق نہیں (ص: ۱۱) اور بڑی سہل انگاری سے یہ کلیہ قائم فرمایا کہ سائنس کی تمام تر تحقیقات "ہست" کے ضمن میں آتی ہیں اور اخلاق و دین کے تقاضے "باید" سے تعلق رکھتے ہیں اور ان دونوں کے دائرے